فقہی قواعد کا ارتقاء

ڈاکٹر جمیل الدین عطیہ : ترجمہ عتیق احمد

دوسری بحث : قواعد کا تجزیاتی مطالعہ

قواعد کا تجزیاتی مطالعہ کرتے وقت ہم ان قواعد میں ایک تو اس بنیاد پر تجزیہ کریں گے کہ ان میں تجریدیت اور ہمہ گیری کس حد تک ہے اور دوسرے قواعد کی نوعیت اور موضوع کے اعتبار سے ہم ان قواعد کی تقسیم کریں گے۔ تجریدیت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے قواعد کی درج ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ اصلی قواعدِ کلیہ ۲۔ وہ قواعد جو مختلف اقسام کے ابواب فقہیہ کے درمیان مشترک ہیں۔

۳۔ وہ قواعد جو ایک ہی قسم مثلاً عبادات یا معاملات کے فقہی ابواب کے درمیان مشترک ہیں۔

۴۔ وہ قواعد جو فقہ کے ایک باب کے ساتھ مخصوص ہیں۔

قواعد کی نوعیت اور موضوع کے اعتبار سے درج ذیل قسمیں نکلتی ہیں۔

۱۔ اصولی قواعد ۲۔ کلامی قواعد ۳۔ لغوی قواعد ۴۔ فقہی قواعد

چونکہ ان دونوں قسموں کی اساس ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لئے دونوں کی اقسام میں تداخل پایا جائے گا۔

۱۔ کلی اصلی قواعد:-

(الف) یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ امام عزالدین بن عبدالسلام (متوفی ۶۶۰ھ) نے تمام فقہی قواعد و فروعات کو دو قاعدوں کی طرف لوٹایا ہے۔ (۱) جلب منفعت، (۲) دفع مضرت، بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ دفع مضرت بھی فی الجملہ جلب منفعت ہی میں شامل ہے اور اس طرح سارے کے سارے قواعد کا مرجع ایک قاعدہ جلب منفعت قرار پا جاتا ہے۔

(ب) بعض علماء نے اس ہمہ گیر نظریہ کی تفصیل کرتے ہوئے تمام قواعد چار کی تعداد کی طرف لوٹائے، بعض نے پانچ قواعد کو اصل قرار دیا اور بعض کے یہاں اصلی قواعد چھ قرار پائے۔

مروزی (متوفی ۴۶۲ھ) نے فقہ شافعی کا ماخذ درج ذیل چار قواعد کو قرار دیا ہے۔

۱۔ الیقین لا یزول بالشک : یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

۲۔ المشقة تجلب التيسير: مشقت آسانی کو کھینچتی ہے۔

۳۔ الضرر يزال: نقصان کو دور کیا جائے گا۔

۴۔ العادة محكمة: عادت کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

(ج) ابن السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے پانچ قواعد کو بنیادی قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے مروزی کے بیان کردہ چار قواعد کے ساتھ اس پانچویں قاعدہ کا اضافہ کیا۔

۵۔ الامور بمقاصدھا: اعمال کی حیثیت مقاصد کے اعتبار سے ہوگی اور فرمایا ہے کہ اس عبارت سے زیادہ عمدہ اور بہتر عبارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''انما الاعمال بالنیات'' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

ابن السبکی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے پہلے کسی اور شخص نے اس پانچویں قاعدہ کا اضافہ کر دیا تھا، شاید ابن السبکیؒ نے یہ پانچواں قاعدہ کسی متقدم فقیہ سے لیا ہو مثلاً صدرالدین محمد بن عمر بن مرحلؒ سے جنہوں نے فقہی فروع کے سلسلہ میں اشباہ و نظائر کے موضوع پر ایک کتاب مرتب کی، ابن السبکیؒ نے اپنی کتاب ''القواعد والاشباہ والنظائر'' کے مقدمہ میں اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ''میں نے اس کتاب کو لیا، میں نے اس کتاب کا مکھن نکال لیا، اور اس کتاب کے قواعد کے سمندر میں جو جھاگ تھا اُسے نکال پھینکا اور اشباہ و نظائر یکجا کئے۔

بعض حضرات نے ان پانچوں قواعد کو اس طرح منظوم کیا ہے۔

خمس محررة قواعد مذهب   للشافعی بها تكون خبيرا
ضرر يزال و عادة قد حكمت   وكذا المشقة تجلب التيسيرا
والشک لا ترفع به متيقناً   والقصد اخلص ان اردت اجوراً

(د) سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی ابن السبکیؒ کی پیروی کرتے ہوئے انہیں پانچ قواعد کا ذکر کیا جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سارے مسائل فقہیہ انہیں کی طرف لوٹتے ہیں، سیوطی نے شیخ تاج الدین بن السبکی کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ اگر مسائل فقہیہ کو تکلف کے ساتھ کھینچ تان کر پانچ قواعد کی طرف پھیرا جائے تو اس صورت میں پانچواں قاعدہ پہلے قاعدہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ (۱) اور اس طریقہ پر تو یہ بھی کہا

جا سکتا ہے کہ ان پانچ قواعد کی طرف سے ایک ہی قاعدہ کافی ہوسکتا ہے اور وہ غالباً تیسرا قاعدہ ہو۔ (۲) لیکن اگر وضاحت کے ساتھ فقہی مسائل کو قواعد کی طرف لوٹایا جائے تو ایسے قواعد پچاس سے زائد بلکہ دوسو سے زائد ہوسکتے ہیں۔

(ھ) ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) نے ایسے چھ قواعد بتلائے، انہوں نے "الامور بمقاصدھا" والے قاعدہ کو دو قاعدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

لا ثواب الا بالنیة: عمل کا ثواب نیت کے ساتھ مشروط ہے۔

الامور بمقاصدھا: اعمال کی حیثیت مقاصد کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

ابن نجیم نے ان چھ قواعد کے ساتھ مزید انیس قواعد بیان کر کے لکھا ہے: ''یہ وہ قواعد ہیں جو مرجع ہیں اور جن پر فقہاء نے احکام متفرع کئے ہیں، یہی قواعد درحقیقت اصول فقہ ہیں اور ان کے ذریعہ ہی ایک فقیہ درجۂ اجتہاد تک پہنچتا ہے، خواہ فتویٰ ہی کے اندر ہو......

ابن نجیم نے ان دونوں قسموں کے قواعد کے مابین فرق واضح نہیں کیا ہے، بلکہ صرف اسی پر اکتفا کیا کہ نوع اول کے عنوان کے تحت پہلے چھ قواعد کو ذکر کیا پھر نوع ثانی کا عنوان قائم کر کے دوسرے انیس قواعد بیان کئے، اس نوع ثانی کے ذکر کے بعد یہ لکھا کہ یہ ایسے کلی قواعد ہیں جن سے بے شمار جزئی مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ (۱) لیکن اتنی بات سے دونوں قسموں کا فرق واضح نہیں ہوتا، کیونکہ اتنی بات تو نوع اول پر بھی صادق آتی ہے۔

اسی طرح سیوطیؒ نے قواعد خمسہ کی جو تعریف کی ہے کہ: ان کی جانب تمام مسائل فقہیہ راجع ہوتے ہیں، یہ تعریف نہ تو جامع ہے اور نہ مانع، اس لئے کہ بہت سے ایسے فقہی مسائل ہیں جو ان قواعد خمسہ کی طرف نہیں لوٹتے، اور اسی طرح سیوطیؒ نے ان کے بعد جن چالیس قواعد کو ذکر کر کے کہا ہے کہ: یہ ایسے کلی قواعد ہیں جن سے بے شمار جزئی مسائل نکلتے ہیں، وہ پہلے پانچ قواعد سے اس تعریف میں مختلف وممتاز نہیں ہوتے ہیں۔

ابن السبکیؒ نے بھی پانچ قواعد کے بعد جن قواعد کا ذکر کیا ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بیان کیا، کیونکہ انہوں نے دوسری قسم کا عنوان یہ قائم کیا ہے ''وہ عام قواعد جو کسی ایک باب کے ساتھ خاص نہیں۔'' دراصل انہوں نے اس عنوان کے ذریعہ اس کے بعد آنے والی تیسری قسم سے احتراز کیا ہے، جس کا عنوان یہ قائم کیا: ''وہ قواعد جو ابواب کے ساتھ خاص ہیں'' ان دونوں عنوانوں

سے دوسری اور تیسری قسم میں فرق تو ظاہر ہو جاتا ہے لیکن قواعد خمسہ کا ان عام قواعد سے فرق ظاہر نہیں ہوتا جو کسی باب کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

ظن غالب یہ ہے کہ علماء نے جس معیار کو سامنے رکھ کر ان پانچ قواعد کو ممیز کیا ہے (یا ابن نجیم کے نزدیک چھ قواعد کو) وہ تجرید وعمومیت کا نظریہ ہے، اور یہ بات صراحت کے ساتھ ابن السبکیؒ کے اس قول سے سمجھ میں آتی ہے جس میں انہوں نے مسائل فقہ کو قواعد کی جانب پھیرنے کے سلسلہ میں دو منہجوں اصولوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ایک تکلف وتعسف کا طریقہ، اور دوسرا وضاحت کا، لہذا جہاں بھی قواعد کی تعداد زیادہ ہوگی مسائل فقہیہ کا قواعد کی جانب لوٹانا بہت ہی واضح اور آسان ہوگا

۲۔ وہ قواعد جو مختلف اقسام کے فقہی ابواب کے درمیان مشترک ہیں

اس قسم سے ہماری مراد ایسے کلی قواعد ہیں جو فقہ کے ابواب میں سے کسی ایک باب کے ساتھ خاص نہیں ہیں، اس قسم کے اندر تجرید پہلی قسم کے قواعد کلیہ سے کم ہوتی ہے، ان کلی قواعد کی نسبت سے یہ گویا فرعی قواعد ہیں۔

(الف) امام کرخیؒ (متوفی ۳۴۰ھ) نے ان اصولوں کے بارے میں جن پر فقہ حنفی کی فروعات کا مدار ہے جو رسالہ لکھا ہے ان میں سے بعض قواعد اس نوع کے تحت داخل ہیں، ان کے ذکر کردہ اصولوں کی تعداد ۳۹ ہے۔ (بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دباس کے سترہ قواعد لے کر ان پر اضافہ کیا ہے) وہ مختلف انواع کے قواعد پر مشتمل ہیں، بعض تو وہ ہیں جو ابواب فقہ میں سے چند ابواب کے ساتھ مخصوص ہیں، کچھ اصولی قواعد ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس مشترک قسم کی مثال بن سکتے ہیں جس پر ہم بحث کر رہے ہیں۔

اس طرح کے چند قواعد درج ذیل ہیں:

- اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے امور درستگی وصلاح پر محمول ہوں گے یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو جائے۔
- اصل یہ ہے کہ حال وموقع کی دلالت بھی ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ الفاظ کی دلالت ہوتی ہے۔
- اصل یہ ہے کہ سوال اور خطاب میں عمومی اور غالب مفہوم کا اعتبار ہوگا، شاذ ونادر مفہوم کا نہیں۔
- اصل یہ ہے کہ حقوق اللہ میں تو احتیاط کا پہلو اختیار کرنا درست ہے لیکن حقوق العباد میں یہ درست نہیں ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

(ب) ابن السبکیؒ (متوفی ا۷۷ھ) کی کتاب ”القواعد والاشباہ والنظائر“ کی دوسری قسم اس نوع میں داخل ہے۔ (ا) انہوں نے اس قسم کو خاص رکھا ہے ان قواعد کے ساتھ جو کسی ایک باب کے ساتھ خاص نہیں ہیں، انہوں نے یہ تصریح بھی کی کہ اس قسم اور اس کے بعد آنے والی قسم (جو ابواب کے ساتھ خاص رہنے والے قواعد پر مشتمل ہے) ان دونوں میں سے ایک قسم کے قواعد دوسری قسم میں کسی ضرورت کی بنیاد پر ذکر کر دیں گے۔

- انہوں نے اس عام قسم کے تحت ۴۸ قواعد ذکر کئے ہیں اور ان میں سے بعض قواعد پر کچھ دوسرے قواعد کی تفریع کی ہے۔

جن قواعد کو ہم نے اس قسم میں ذکر کیا ہے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اذا بطل الخصوص بقی العموم:	جب خصوص (خاص ہونا) ختم ہو جائے تو عموم باقی رہتا ہے۔
درء المفاسد اولی من جلب المصالح:	دفع مضرت جلب منفعت پر مقدم ہے۔
ما اجتمع الحلال والحرام الا و غلب الحرام والحلال:	جب بھی کسی امر میں حلال وحرام دونوں جمع ہوں گے تو حرام کے اعتبار سے حکم ہوگا۔
القادر علی الیقین لا یعمل بالظن:	جو شخص یقین پر قادر ہو وہ ظن وگمان پر عمل نہیں کرے گا۔
ما ثبت بالشرع اولی مما ثبت بالشرط:	جو چیز شرع کی بنیاد پر ثابت ہو وہ اولی ہے اس سے جو شرط کی وجہ سے ثابت ہو۔
الرخص لاتناط بالمعاصی:	شرعی رخصت معاصی کے اندر نہیں حاصل ہوتی۔
اعمال الکلام اولی من اهماله:	کلام کو با معنی بنانا اس کو لغو اور مہمل کر دینے سے اولی ہے۔
الفرض افضل من النفل:	فرض نفل سے افضل ہے۔
الواجب لایترک الا بواجب:	واجب دوسرے واجب ہی کی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہے۔

(ج) ابن السبکیؒ کے بعد زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے "المنثور فی القواعد" کتاب لکھی، اس میں قواعد کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا ہے، بے شمار قواعد ذکر کئے ہیں جن کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اذا تعارض الواجب والمحظور يقدم الواجب:	جب واجب اور ممنوع میں تعارض ہو تو واجب کو مقدم کیا جائے گا۔
الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد:	ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے نہیں ٹوٹتا۔
حقوق الله تعالىٰ مبنية على المسامحة:	اللہ تعالیٰ کے حقوق آسانی ورعایت پر مبنی ہیں۔
الضرورات تبيح المحظورات:	"ضرورت" ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہے۔
الفرض لا يؤخذ عليه عوض:	جو کام فرض ہو اسکے کرنے پر اجرت نہیں لی جاتی۔
يقدم في كل ولاية من هو اقوم بمصالحها:	ہر عہدہ میں اس شخص کو مقدم رکھا جائے گا جو اس عہدہ کے مصالح زیادہ اچھے انداز میں انجام دینے والا ہو۔

وہ قواعد جو لفظ "کل" سے شروع ہوتے ہیں مثلاً:

كل تصرف لا يترتب عليه مقصوده لا يشرع من اصله:	ہر وہ تصرف جس کے انجام دینے سے اس کا مقصود نہ حاصل ہوتا ہو وہ سرے سے مشروع ہی نہ ہوگا۔

وہ قواعد جو لفظ "لا" سے شروع ہوتے ہوں مثلاً:

لا ينكر الا ما اجمع على منعه:	اسی امر کی نکیر کی جائے گی جس کے ممنوع ہونے پر اجماع ہو۔

وہ قواعد جو "ما" سے شروع ہوتے ہیں مثلاً:

ما ثبت بيقين لا يرتفع الا بيقين:	جو چیز یقین سے ثابت ہو وہ یقین ہی سے زائل ہوگی۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

زرکشیؒ نے جن موضوعات کو ذکر کیا ہے اور جن سے کچھ قواعد بھی متعلق ہوتے ہیں ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

الاباحۃ : (مباح قرار دینا) اس عنوان کے تحت سات مباحث ذکر کئے ہیں۔

الابراء: (بری کر دینا) اس میں پانچ مباحث بیان کئے ہیں۔

التوبۃ: (توبہ کرنا) اس کے مباحث کی تعداد نو ہے۔

الشک : (شک کرنا) اس موضوع کے تحت گیارہ مباحث آئے ہیں۔

الفاسد: (فاسد) سولہ مباحث اس قسم میں آئے ہیں۔

الفسخ : (فسخ کرنا) یہ پندرہ بحثوں پر مشتمل ہے۔

النیۃ : (نیت) اس میں بھی پندرہ مباحث ذکر کئے گئے ہیں۔

مذکورہ موضوعات کے تحت جو مباحث ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر بحث کے ساتھ جزئیات وضوابط اور تنبیہات وقواعد بھی بیان کرتے گئے ہیں، جو دوسری کتب قواعد میں نہیں ملتے۔

۳۔ زرکشیؒ اس کتاب میں قاعدہ کے استدلال میں مشغول نہیں ہوتے کبھی تو دلیل ذکر کرتے ہیں اور اکثر مواقع پر دلیل نہیں بیان کرتے، جن قواعد کے لئے استدلال بھی کیا ہے ان میں ایک قاعدہ یہ ہے "الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد" اس کے استدلال میں لکھتے ہیں: اگر یہ ٹوٹ جائے گا تو توڑنے والا بھی ٹوٹے گا، اس لئے کہ ہر اجتہاد کے ساتھ یہ امکان ہے کہ وہ بدل جائے اور بدلنے کا سلسلہ چلتا رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ احکام پھر برقرار نہیں رہ سکیں گے۔

اور اسی طرح جب وہ قاعدہ کی دلیل ذکر کرتے ہیں تو اکثر اوقات نقلی کی بجائے عقلی دلائل ذکر کرتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جن فقہاء کبار کے ہاتھوں قواعد فقہیہ کے مفاہیم تدریجی طور پر وضع ہوئے، انہوں نے اس سلسلہ میں عام شرعی نصوص، اصول فقہ کے مبادی اور احکام کی علتوں کے دلائل سے اجتہاد واستنباط کیا تھا تو گویا فقہی قواعد کے مفاہیم متعین ہونے کا راستہ عقل تھا اور جب اس کا راستہ عقل ہوگا تو استدلال عقلی ہوگا۔

۴۔ زرکشیؒ فقہ کا کوئی اختلافی قاعدہ یا مسئلہ ذکر کرتے ہیں پھر اس مسئلہ یا قاعدہ میں علماء کے اقوال اور دلائل ذکر کرتے ہیں پھر اس مسئلہ یا قاعدہ میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

اس کی مثال "ملک" کی ابحاث میں سے آٹھویں بحث میں ملتی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

۵۔ فروعات کو اصول کی طرف لوٹانے میں بھی زرکشیؒ ابواب فقہیہ کی ترتیب کا التزام نہیں کرتے، بلکہ قاعدہ کے تحت اس کا فرعی مسئلہ خواہ وہ کسی باب کا ہو ذکر کر دیتے ہیں۔ اسی بناء پر ہم نے ان کی اس کتاب کو اس نوع میں شامل کیا جو مختلف ابواب فقہیہ کے درمیان مشترک قواعد پر مشتمل ہے، اگرچہ اس کتاب میں کچھ ایسے قواعد بھی ہیں جو مختلف ابواب کے درمیان مشترک نہیں ہیں بلکہ متعین ابواب کے ساتھ خاص ہیں۔ (۱)

۶۔ علماء نے اس کتاب کی شرح و اختصار کا کام بھی کیا، چنانچہ سراج الدین العبادی نے دو جلدوں میں اس کی شرح لکھی، اس طرح عبدالوہاب شعرانی نے ایک جلد میں اس کا اختصار لکھا ہے۔ (۲)

(د) ابن رجبؒ (متوفی ۷۹۵ھ) کی کتاب ''تقریر القواعد وتحریر المسائل والفوائد'' ہے یہ کتاب ''القواعد فی الفقہ الاسلامی'' کے نام سے مشہور ہے، ابن رجب نے ۱۶۰ قواعد ذکر کئے ہیں، ان سے ملحق کر کے اختلافی مسائل کے مباحث بھی ذکر کئے جن کی تعداد ۲۱ ہے، ''علم اختلاف الفقہاء'' کے موضوع پر گفتگو کرتے وقت ہم اس ضمیمہ کی جانب اشارہ کریں گے۔

۱۔ جو قواعد ابن رجب نے وضع کئے ہیں ان میں مسلک حنبلی کے مسائل فقہیہ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، لہٰذا کسی بھی مسئلہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے، یہ سب دلکش اسلوب اور بہترین عبارت میں ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان کی یہ کتاب فقہ حنبلی پر ایک بہترین تصنیف ہے، ان کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کلی قاعدۂ فقہیہ ذکر کرتے ہیں، پھر اس پر مختلف ابواب فقہ کے مختلف مسائل متفرع کرتے ہیں، اس کا التزام نہیں کرتے کہ وہ فروعات کسی ایک متعین باب کے ہوں بلکہ قاعدہ پر متفرع ہونے والی فروعات، فقہ کے جس باب کے بھی ہوں ذکر کرتے ہیں، البتہ اگر قاعدہ ہی ایسا ہو کہ وہ کسی ایک فقہی یا قسم سے تعلق رکھنے والا ہو مثلاً عبادات کی قسم سے تو ایسے موقع پر اس قاعدہ سے ملحق فروعات بھی کسی ایک متعین باب یا قسم کی ہوں گی۔

۲۔ مذکورہ کتاب میں اس طرح کے مختلف نوعیتوں کے قواعد کے ساتھ کچھ ایسے قواعد بھی ہیں جو کسی ایک جزیہ سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں معروف معنی میں قواعد کہہ بھی نہیں سکتے، بلکہ وہ ایک محدود جزئی مسئلہ میں حکم شرعی کی قانون سازی ہوتی ہے۔ (۱)

ان میں سے ہر قسم کی جانب مناسب موقع پر اشارہ کیا جائے گا۔

۴۔ ابن رجب نے مختلف ابواب فقہیہ کے درمیان جن مشترک قواعد کو ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

- جب کوئی حکم اور اس کا مانع دونوں موجود ہوں تو مشہور مذہب یہ ہے کہ حکم ثابت نہیں ہوتا۔ (قاعدہ نمبر ۵۷)
- جس شخص نے حرام طریقہ پر ایسا سبب اختیار کیا کہ جس کے نتیجہ میں ملکیت یا حلت ثابت ہوتی ہو یا واجبات کا سقوط ہوتا ہو اور وہ سبب ایسا ہو کہ نفس انسانی اس کی طرف مائل ہوتا ہو تو اس سبب کو باطل قرار دیا جائے گا اور اس کا وجود عدم کے درجہ میں ہوگا اور احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ (قاعدہ نمبر ۱۰۲)
- مجہول چیز اگر چہ اصلاً موجود ہے لیکن جب اس پر واقف ہونا ممکن نہ ہو اور اس کا اعتبار دشوار ہو تو اسے معدوم کا درجہ دے دیا جائے گا۔ (قاعدہ نمبر ۱۰۶)
- جس شخص کے لئے دو چیزوں میں سے ایک ثابت ہو تو اگر وہ ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لے تو دوسری ساقط ہو جائے گی اور اگر ایک کو ساقط کر دے تو دوسری باقی رہے گی اور اگر دونوں سے رک جائے...... (قاعدہ نمبر ۱۱۰)

غیر ثابت شدہ چیز کو روک دینا ثابت شدہ چیز کو ختم کرنے کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔

(ھ) سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' کی دوسری فصل میں ان قواعد کلیہ کو ذکر کیا ہے جن سے بے شمار جزئی مسائل متفرع ہوتے ہیں، ان کے نزدیک ایسے قواعد کی تعداد چالیس تک پہنچی ہے۔

۱۔ سیوطیؒ نے ان قواعد کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ وہ سب کے سب متفقہ قواعد ہوں، کیونکہ مختلف فیہ قواعد کے لئے اس کے بعد ہی خاص طور پر تیسری فصل قائم کی ہے۔

۲۔ ان کے ذکر کردہ قواعد کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- رعایا پر امام کے تصرفات مصلحت سے جوڑ دیئے گئے ہیں۔ (قاعدہ نمبر ۵)
- ولایت خاصہ ولایت عامہ سے قوی ہوتی ہے۔ (قاعدہ نمبر ۳۲)
- الخراج بالضمان، نفع ذمہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (قاعدہ نمبر ۱۱)
- ایسا ظن جس کی غلطی بالکل واضح ہو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ (قاعدہ نمبر ۳۳)
- جس چیز کا اثر متعدی ہو وہ اس چیز سے بہتر ہے جس کا اثر متعدی نہ ہو (قاعدہ نمبر ۲۰)

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

- وسائل اور ذرائع میں وہ چیزیں معاف کردی جاتی ہیں جو مقاصد میں معاف نہیں کی جاتیں۔ (قاعدہ نمبر ۳۷)
- نیکی اور قربت کے کاموں میں ایثار اور دوسروں کو ترجیح دینا مکروہ ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں ایثار پسندیدہ ومحبوب ہے۔ (قاعدہ نمبر ۳)
- تابع تابع ہی رہتا ہے (اصل نہیں ہو جاتا) قاعدہ نمبر ۴)
- خاموش رہنے والے کی طرف کوئی بات منسوب نہیں کی جائے گی۔ (قاعدہ نمبر ۱۸)
- جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی جلدی مچائے تو سزاً اس کو اس سے محروم کردیا جائے گا۔ (قاعدہ نمبر ۳۰)

سیوطیؒ کبھی کبھی قاعدہ کی دلیل بھی ذکر کرتے ہیں پھر فقہی فروع میں اس قاعدہ کا تتبع کرتے ہیں، پھر اس قاعدہ سے متفرع ہونے والے قواعد نیز اس کے مستثنیات ذکر کرتے ہیں، قاعدہ پر دلیل پیش کرنے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔ فرماتے ہیں: ایک قاعدہ ہے: "**ما كان اكثر فعلا كان اكثر فضلا**" (کام کی مقدار جتنی زیادہ ہوگی اس کی فضیلت بھی اس قدر ہوگی) اس کی دلیل حضرت عائشہ سے منقول حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ "**اجرک علی قدر نصبک**" (تمہارا اجر تمہاری تھکن کے بقدر ہے) یہ روایت مسلم شریف کی ہے، اسی طرح درج ذیل قاعدہ "**الايثار فی القرب مكروه و فی غيرها محبوب**" (نیک اور قرب کے کاموں میں ایثار ناپسندیدہ ہے اور ان کے علاوہ میں پسندیدہ) اس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے۔ **و یؤثرون علی انفسهم ولو كان بهم خصاصة**"

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں: "جو امور قربات کے ہیں ان میں ایثار درست نہیں ہوتا، لہٰذا طہارت کا پانی، ستر عورت، اور نماز میں صف اول وغیرہ میں ایثار نامناسب ہے، اس لئے کہ عبادات کا مقصود خدا کی تعظیم و بڑائی ہے اگر کوئی عبادات کے باب میں اپنی ذات پر کسی دوسرے کو مقدم کرتا ہے تو گویا وہ خدا کی تعظیم و بڑائی کو ترک کررہا ہے۔" امام فرماتے ہیں: "اگر نماز کا وقت آجائے اور اس کے پاس وضو کے لئے پانی ہو لیکن وہ اس پانی کو دوسرے کو وضو کے لئے ہبہ کردے تو یہ جائز نہ ہوگا اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایثار ان امور میں پسندیدہ ہے جو اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہوں، قربات اور عبادات کے باب میں ایثار جائز نہیں، قواعد عام

سے متفرع ہونے والے قواعد کی مثال درج ذیل ہے۔

عام قاعدہ: ''التابع تابع'' (تابع کی حیثیت تابع ہی کی ہوا کرتی ہے) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس قاعدہ کے تحت درج ذیل قواعد آتے ہیں:

۱۔ کسی چیز کو تابع قرار دیئے جانے کے بعد اس پر مستقل حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

۲۔ تابع متبوع کے سقوط سے ساقط ہو جاتا ہے۔

۳۔ تابع متبوع پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ تابع میں وہ چیزیں انگیز کر لی جاتی ہیں جو ان کے علاوہ میں نہیں کی جاتیں۔

اسی طرح ہر قاعدہ کے ساتھ اس کے فروعی قواعد ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔

۵۔ اگرچہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب کے پانچویں حصہ کو ان قواعد کے لئے خاص رکھا تھا جو ایک باب سے متعلق ہوں لیکن اس کے باوجود دوسرے حصہ میں بھی بعض اس طرح کے ایسے قواعد آ گئے ہیں جو ایک باب کے ساتھ خاص ہیں مثلاً: **الحدود تسقط بالشبهات**'' (حدود (سزائیں) شبہات کی بنیاد پر ساقط ہو جاتی ہیں) (قاعدہ نمبر ۶) اگرچہ سیوطی نے اس قاعدہ کی تطبیقات باب حدود کے باہر سے بلکہ باب تعزیر کے باہر سے بھی ذکر کی ہیں مثلاً بیان کیا **"الشبهة تسقط الكفارة"** (شبہات کفارہ کو ساقط کر دیتے ہیں) مناسب تو یہ تھا کہ قاعدہ کی عبارت کو عام رکھتے، حدود کے ساتھ خاص نہ کرتے مثلاً یوں فرماتے **"الجزاء (او العقاب) يسقط بالشبهة"** (سزا شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے)۔

(و) سب سے اخیر میں ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) نے اپنی کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں فن اول کے قواعد کی دوسری قسم کو ان کلی قواعد کے لئے خاص کیا ہے جن سے بے شمار جزئی مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس طرح کے انیس قواعد ذکر کئے ہیں، ان قواعد کے استخراج میں اپنے طریقہ کار کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان میں سے اکثر فروعات مجھے نایاب کتابوں میں اور ایسی جگہوں پر ملے ہیں جہاں ملنے کا گمان نہ تھا، ہاں میں اللہ کی توفیق سے مسلک حنفی کے صرف انہیں مسائل کو بیان کروں گا جو صحیح اور معتمد ہیں خواہ وہ کسی ضعیف قول یا کسی ضعیف روایت پر متفرع ہوں، البتہ میں نے ایسی جگہوں پر عموماً تنبیہ کر دی ہے۔''

۱۔ ابن نجیم نے اس قسم میں جو قواعد ذکر کئے ہیں وہ وہی ہیں جنہیں سیوطی اور ابن السبکی نے

☆ امام مالک بن انس رحمہ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

بیان کیا ہے، شافعی اور حنفی مذہب کے درمیان فروعی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے صرف فروعات میں فرق ہے، مثلاً ''الایثار فی القرب'' والے قاعدہ کو ابن نجیم نے سوال کے انداز میں اس طرح ذکر کیا ہے ''ھل یکرہ الایثار بالقرب؟ (کیا نیکیوں میں ایثار مکروہ ہے؟) اور انہوں نے اس سوال کے جواب میں اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا ہے کہ اب تک مجھے اپنے فقہاء کے یہاں اس موضوع پر کوئی چیز نہیں ملی، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امیدوار ہوں کہ یہ مسئلے یا اس کے کچھ مسائل مجھ پر کھول دے، پھر انہوں نے سیوطیؒ کی ذکر کردہ بحث اس موقع پر نقل کی ہے۔

بعض ایسے قواعد جو اس نوع کے تحت آنے چاہئیں ابن نجیم نے انہیں فن اول کے علاوہ میں ذکر کیا ہے، اگرچہ ان میں وہ اطراد اور عمومیت نہیں ہے جو سابقہ قواعد میں ہے۔ مثلاً

الحقوق المجردة لایجوز الاعتیاض عنها

(حقوق مجردہ کا عوض لینا درست نہیں ہے)

اسے فن ثانی میں ضوابط کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

المبنی علی الفاسد فاسد. (جو چیز فاسد پر مبنی ہو وہ خود بھی فاسد ہوگی)

اسے فن ثالث کے اخیر میں بیان کیا ہے۔

اذا اجتمع الحقان قدم حق العبد لاحتیاجه علی حق الله نعناه باذنه.

(اگر حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہو جائیں تو حق العبد کو حق اللہ پر اس کی اجازت سے اس لئے مقدم کیا جائے گا کہ بندہ محتاج ہے اور اللہ غنی و بے نیاز ہے)

اس قاعدہ کو فن ثالث کے اخیر میں بیان کیا ہے۔

۳۔ ایک قسم کے مختلف ابواب فقہیہ کے درمیان مشترک قواعد:

قواعد کی کتابوں میں ایسی کوئی فصل قائم نہیں کی گئی جو ایک ہی قسم کے ابواب کی فروع کے درمیان مشترک قواعد پر مشتمل ہو، مثلاً عبادات، یا مالی معاملات، جزاء، یا پرسنل لاء لیکن جو قواعد مشترکہ ان کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان کا بغائر نظر مطالعہ کرنے کے بعد ہم آسانی کے ساتھ اس نوع کے قواعد کو نکال کر فقہی اقسام کے اعتبار سے ان میں ترتیب دے سکتے ہیں، تمام اقسامِ فقہ کے لئے عام فقہی نظریئے کی تشکیل میں اس عمل کا فائدہ بالکل ظاہر ہے۔

اس نوع کے قواعد کی کچھ مثالیں بعض اقسام فقہ سے ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں، ساتھ ساتھ ان قواعد کے مصادر کی طرف اشارہ بھی کریں گے۔

(الف) قسم عبادات کی مثالیں!

۱۔ جو چیزیں محض عبادت ہوتی ہیں ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (قرآنی)

۲۔ اسلام ما قبل کے کاموں کو ختم کر دیتا ہے۔ (زرکشی)

۳۔ وہ فضیلت جو نفس عبادت سے متعلق ہو، اس فضیلت سے بہتر ہے جو مکانِ عبادت سے متعلق ہو۔ (زرکشی)

۴۔ تمام عبادات خواہ وہ بدنی ہوں یا مالی ہوں یا بدنی و مالی دونوں ہوں ان کو ان کے سبب وجوب پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، سبب وجوب پائے جانے کے بعد اسے وجوب سے پہلے کرنا یا شرائط وجوب سے پہلے کرنا جائز ہے۔ (ابن رجب قاعدہ نمبر ۴)

۵۔ کسی شخص نے ایک عبادت اس کے وجوب کے وقت میں یہ سمجھتے ہوئے کی کہ مجھ پر یہی عبادت واجب ہے پھر بعد میں معلوم ہوا کہ مجھ پر دوسری عبادت واجب تھی تو اس وقت ادا کی ہوئی عبادت واجب عبادت کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ (ابن رجب قاعدہ نمبر ۶)

۶۔ اگر ایک ہی جنس کی دو عبادتیں ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں اور ان دونوں میں کوئی نہ بطور قضاء ہو اور نہ وقت میں کسی دوسری عبادت کی تبعیت میں ہو تو ان دونوں عبادتوں کے افعال متداخل ہو جائیں گے اور ایک ہی فعل دونوں کیلئے کافی رہے گا۔ (ابن رجب قاعدہ نمبر ۱۸)

۷۔ اگر کسی شخص نے ایسی عبادت شروع کی جو شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے پھر وہ فاسد ہو گئی تو اس پر اس عبادت کی قضاء اسی طرح لازم ہو گی جس طرح اس نے فاسد کیا ہے خواہ وہ عبادت ذمہ میں اسی طرح واجب ہو یا اس سے کم درجہ میں واجب ہو۔ (ابن رجب قاعدہ نمبر ۳۱)

۸۔ علی الاطلاق تمام عبادات قضاء قاضی کا محل نہیں ہیں بلکہ عبادات صرف فتویٰ کا محل ہیں، عبادات کے بارے میں جو کچھ آثار و روایات ہیں ان سب کو محض فتویٰ کی حیثیت حاصل ہے۔ (الفروق للقرافی ۲۳۴)

۹۔ جو چیزیں عادات میں ناپسند ہوتی ہیں وہ عبادات کے اندر مکروہ ہوتی ہیں، مثلاً وہ برتن جو

گندگیوں کے لئے تیار کئے گئے ہوں، یا مراحیض میں نماز پڑھنا، یا استعمال شدہ پانی سے وضو کرنا (اس لئے کہ وہ پانی دھوون کی طرح ہے) (مقری نمبر ۱۰)

۱۰۔ جب وسیلہ کا مقصود تک نہ پہنچانا ظاہر ہو جائے جیسے کہ مشکوک پانی جسے بالآخر ناپاک پایا جائے تو پھر اس کا اعتبار ساقط ہو جائے گا اور اعادہ واجب ہوگا اگر چہ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر قبلہ کی تعیین میں خطا ہو جائے تو نماز کا اعادہ لازم ہو۔ (مقری نمبر ۱۸)

۱۱۔ جو چیز خالص عبادت ہو یا عبادت کا پہلو غالب ہو تو اس میں نیت ضروری ہوگی مثلاً نماز اور تیمم، اور جن میں خالص معقولیت ہو یا اس کا پہلو غالب ہو تو ان میں نیت لازم نہ ہوگی جیسے قرض کی ادائیگی اور جمہور کے نزدیک نجاست کا دھونا، اگر دونوں پہلو برابر ہوں تو بقول بعض حق عبادت کی رعایت کرتے ہوئے نیت کا لزوم ہوگا جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک اصل کی رعایت میں نیت کا لزوم نہیں ہوگا اس قسم میں کفارہ، زکوٰۃ اور طہارت وغیرہ آتی ہیں۔ (مقری نمبر ۳۹)

۱۲۔ شریعت میں کوئی نفل ایسی نہیں ہے جو فرض کا قائم مقام ہو سکے سوائے اس وضو کے جو نماز کا وقت آنے سے پہلے کیا گیا ہو۔ (مقری نمبر ۵۹)

۱۳۔ احکام میں اصل معقول المعنیٰ ہونا ہے نہ کہ تعبد ہونا کیونکہ یہی زیادہ قابل قبول اور ضیق و حرج سے دور ہے۔ (مقری نمبر ۷۳)

۱۴۔ ہر وہ چیز جو بطور عبادت مشروع ہوئی ہے اسے عادت کے طور پر انجام دینا جائز نہیں لہٰذا جو امور تقرب الی اللہ کے لئے وضع کئے گئے ہیں انہیں تعظیم و اجلال کے طریقہ پر ہی کیا جائے گا، بے پرواہی کے ساتھ کھلواڑ بنا کر نہیں، لہٰذا تفریح، آرام اور فال کے طور پر دعا مانگنا ممنوع ہے۔ (مقری نمبر ۹۹)

۱۵۔ جو شخص بغیر کسی شدید مشقت کے یقین حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے لئے اجتہاد ممنوع ہے اور جو اجتہاد پر قادر ہو اس کے لئے تقلید درست نہیں، غیر معمولی مشقت کے بغیر یقین پر قادر ہونا اجتہاد سے مانع ہوتا ہے اور اجتہاد پر قادر ہونا تقلید سے، یعنی بغیر دلیل کے کسی کی پیروی کرنے سے مانع ہوتا ہے، جیسا کہ قدیم محرابوں کا مسئلہ ہے اور بغیر دلیل کے فتویٰ دینا مطلقاً حرام ہے۔ (مقری ۱۲۴)

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

۱۶۔ ظاہری حسن ادب باطنی حسن ادب کا عنوان ہے، اس کا ضابطہ یہ ہے کہ عمل کرنے والے کی حالت اس عمل کے مقصود کے موافق ہو یا کم از کم اس کے مخالف نہ ہو مثلاً اذان میں کھڑا ہونا، امام مالک کے نزدیک قبلہ کی جانب نگاہ رکھنا، یا امام شافعیؒ کے نزدیک سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھنا، نماز میں سکون واطمینان، ظاہری ہیئت کی درستگی۔ (مقری ۱۷۷)

۱۷۔ ہر مقام کے مناسب بات ہوتی ہے، اسی لئے رکوع کا ذکر "**سبحان ربی العظیم**" ہے اور سجدہ کا ذکر دعا ہے، عیدین کا ذکر تکبیر اور استسقاء کا ذکر استغفار ہے۔ (مقری ۱۷۸)

۱۸۔ ہر وقت کے لحاظ سے لباس ہوتا ہے، جمعہ اور عیدین کی نماز میں زینت اور زیبائش مستحب ہے استسقاء میں سادہ اور معمولی لباس پسندیدہ ہے، نماز کے اندر زینت پسندیدہ ہے حتیٰ کہ عمامہ باندھنا چادر اوڑھنا اور جوتا پہننا بھی درست ہے۔ (مقری ۱۸۱)

۱۹۔ عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بدنی عبادات، ان میں نیابت درست نہیں ہے۔ (۲) مالی عبادات جیسے زکوٰۃ، ان میں نیابت درست ہے۔ (۳) وہ عبادات جو بدنی اور مالی دونوں سے مرکب ہیں جیسے حج، ان میں نیابت کا دخل ہونا چاہئے، اس لئے کہ ان میں مالی ہونے کا بھی پہلو ہے۔ (مقری ۳۶۴)

۲۰۔ شریعت کی دی ہوئی سہولت معاصی کے ساتھ مربوط نہیں ہوسکتی (ابن السبکی، سیوطی ۱۴)

۲۱۔ شک کے ساتھ شرعی سہولت نہیں حاصل ہوتی۔ (ابن السبکی، سیوطی ۱۵)

۲۲۔ جس میں کام زیادہ ہوگا اس کا اجر بھی زیادہ ہوگا۔ (سیوطی ۱۹)

۲۳۔ نفل فرض سے زیادہ وسیع ہے۔ (سیوطی ۳۱)

(ب) مالی معاملات کی قسم:

۱۔ ہر عقد فاسد جس میں اجرت طے ہوئی ہو اس کے اندر اجرت مثل کی طرف لوٹا جائے گا۔ (زرکشی)

۲۔ جو حق کسی متعین چیز سے متعلق ہو وہ ذمہ سے متعلق ہونے والے حق پر مقدم ہے۔ (زرکشی)

۳۔ معاملات کو فسخ کرنے میں بعض وہ چیزیں معاف ہوتی ہیں جو معاملات کرنے میں معاف نہیں ہوتیں۔ (زرکشی)

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

۴۔ عقود کی صحت کی بنیاد فائدہ پر ہے جس عقد میں فائدہ نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔ (ابن نجیم، ضوابط)

۵۔ ہر وہ عقد جسے دوبارہ کیا گیا ہے اور اس کی تجدید کی گئی اس میں دوسرا باطل ہوتا ہے۔ (ابن نجیم ضوابط)

۶۔ خالص امانت کے معاملات تعدی سے باطل ہو جاتے ہیں اور وہ امانت جو کسی اور چیز کو بھی متضمن ہو وہ صحیح قول کے اعتبار سے باطل نہیں ہوتی۔ (ابن رجب قاعدہ ۴۵)

۷۔ جو شخص دوسرے کے مال پر جائز طریقہ سے قابض ہو اس کے مقبوضہ مال پر اصل مالک کی اجازت کے بغیر قبضہ کرنا اگر اس کیلئے اس شخص کو قبضہ دلانا جائز ہو تو دوسرے قابض کے پاس یہ مال امانت ہوگا بشرطیکہ پہلے قابض کی حیثیت امین کی ہو ورنہ تو نہیں، اور اگر اسے قبضہ دینا جائز نہ ہو تو قابض اول اور قابض ثانی دونوں ضامن ہوں گے۔ (ابن رجب قاعدہ ۹۴)

۸۔ اصل یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والوں نے اگر صحت عقد کے پہلوؤں کی صراحت کر دی ہو تو عقد صحیح ہوگا اور اگر دونوں نے فساد عقد کے پہلوؤں کی صراحت کر دی ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر دونوں نے ابہام رکھا ہو تو اس عقد کو صحت کی طرف پھیرا جائے گا۔ (کرخی)

۹۔ اصل یہ ہے کہ جو فساد اصل عقد میں داخل ہو اس میں اور اس فساد میں جو اصل عقد میں نہ ہو بلکہ اس سے متعلق کسی چیز میں ہو ان دونوں میں فرق کیا جائے گا۔ (کرخی)

۱۰۔ اصل یہ ہے کہ ضمان کسی کے ذمہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ واجب ہوتا ہے، یا تو ذمہ داری لینے سے یا شرط لگانے سے، اگر یہ دونوں باتیں معدوم ہوں تو ضمان ذمہ میں واجب نہیں ہوتا۔ (کرخی)

۱۱۔ اصل یہ ہے کہ ہر وہ عقد جس کے وجوب میں آنے کے وقت کوئی اجازت دینے والا ہے وہ عقد اجازت پر موقوف ہوگا، ورنہ تو موقوف نہیں ہوگا۔ (کرخی)

۱۲۔ اصل یہ ہے کہ عقد کے بعد لاحق ہونے والی اجازت عقد سے پہلے دی گئی وکالت کے درجہ میں ہے۔ (کرخی)

۱۳۔ ہر وہ شخص جس کی اجازت پر کسی چیز کی درستگی موقوف نہیں ہے اس شخص کا اس چیز سے روکنا مؤثر نہیں ہے۔ (ابن السبکی)

☆ قال الامام الشافعی رحمه الله تعالى : امن الناس علیّ فی الفقه محمد بن حسن ☆

۱۴۔ تبرع قبضہ ہی سے مکمل ہوتا ہے۔ (المجلہ ۵۷)

۱۵۔ حتی الامکان طے شدہ شرط کی رعایت ضروری ہے۔ (المجلہ ۸۳)

۱۶۔ جو چیز کسی شرط پر معلق ہو شرط ثابت ہونے پر اس کا ثبوت واجب ہوتا ہے۔ (المجلہ ۸۶)

۱۷۔ تعلیق کی شکل میں جو وعدے ہوتے ہیں وہ لازم ہوتے ہیں۔ (المجلہ ۸۴، یہ قاعدہ گزشتہ قاعدہ سے متفرع ہے)

۱۸۔ نفع ذمہ داری کے حساب سے ہوتا ہے۔ (سیوطی ۲،۱۱، المجلہ ۸۵)

۱۹۔ تاوان نفع کے حساب سے ہوتا ہے۔ (المجلہ ۸۷)

۲۰۔ نعمت سزا کے بقدر ہے اور سزا نعمت کے بقدر۔ (المجلہ ۸۸)

۲۱۔ اجر اور ضمان اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ (المجلہ ۸۲)

۲۲۔ ملکیت کے سبب کا بدلنا ذات بدلنے کے حکم میں ہے۔ (المجلہ ۹۸)

۲۳۔ عقد میں اصل دونوں عقد کرنے والوں کی رضامندی ہے اور عقد کا نتیجہ وہ چیز ہے جس کا دونوں نے عقد کے ذریعہ التزام کیا۔ (ابن تیمیہ، زرقا، ۶۹۰)

۲۴۔ قاضی کے حکم سے خرچ کرنا مالک کے حکم سے خرچ کرنے کی طرح ہے۔ (حمزادی، زرقاء ۶۹۲)

۲۵۔ باطل اجازت کو قبول نہیں کرتا۔ (زرقاء ۶۹۴)

۲۶۔ کسی چیز کو موجود چیز پر معلق کرنا فوری طور پر کرنے کے حکم میں ہے۔ (حمزادی، زرقاء ۶۹۵)

۲۷۔ کسی شخص کو دوسرے شخص کی رضامندی کے بغیر اسے مالک بنانا درست نہیں۔ (زرقاء ۷۱۲)

۲۸۔ ظالم کا کوئی حق نہیں ہے، یہ حدیث نبوی کا ٹکڑا ہے۔ (ابن سلام، زرقاء ۷۱۳)

۲۹۔ جس چیز میں چند شرطیں لازمی ہوں وہ چیز ان میں سے کسی ایک شرط کے منتفی ہونے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ (زرقاء ۷۱۴)

۳۰۔ حقوق کی بنیاد شرطوں پر ہے۔ (عمرؓ بن خطاب، زرقاء ۷۱۷)

۳۱۔ عقد کو فسخ کرنے یا کھولنے کے لئے جس شخص کی رضامندی معتبر نہیں ہے اس شخص کا اس سے باخبر ہونا بھی معتبر نہیں ہے۔ (ابن رجب ۷۳)

۳۲۔ جن چیزوں سے نفع اٹھانے کی ضرورت عموماً پڑا کرتی ہے اور اس چیز کے سہل نیز کثیر مقدار

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

میں موجود ہونے کی وجہ سے اس کے خرچ میں بھی ضرر نہیں اسے عوض لئے بغیر مفت خرچ کر دینا واجب ہوتا ہے۔ (ابن رجب ۹۹)

۳۳۔ جو شخص فوری طور پر کوئی معاملہ کر سکتا ہے وہ تعلق کے ساتھ بھی اس چیز کو کر سکتا ہے۔ (زرکشی)

۴۔ کسی ایک فقہی باب سے تعلق رکھنے والے قواعد:

ابواب فقہیہ میں سے کسی ایک باب سے تعلق رکھنے والے قواعد کا استخراج ان قواعد کے استخراج سے زیادہ سہل اور آسان ہوتا ہے جو مختلف ابواب سے متعلق ہوں، اور جن کے استخراج کے لئے پورے فقہی ذخیرہ کا متتبع ضروری ہوتا ہے اس کے باوجود استخراج قواعد اور فروعات کو اصولوں کی جانب پھیرنے کا کام اس طرح شروع ہوا کہ قواعد ابواب کے ساتھ خاص نہیں تھے، جیسا کہ ہم علم اختلاف الفقہاء کے موضوع پر بحث کے وقت لکھیں گے دبوسی جو اس علم کے ایک اہم ستون ہیں وہ ایک اصول ذکر کرتے ہیں جس پر اختلاف کی بنیاد ہوتی ہے، پھر اس پر متفرع ہونے والے مسائل کی مثالیں ذکر کرتے ہیں، اس میں رعایت نہیں کرتے کہ یہ مثالیں کسی متعین فقہی باب سے متعلق ہوں بلکہ کبھی تو ایک ہی باب کی مثالیں ہوتی ہیں اور کبھی مختلف ابواب کی۔

لیکن بعد کے زمانہ میں فقہاء نے اس بات کا اہتمام کیا کہ ہر ہر باب کا مطالعہ کرتے ہوئے ہر باب کے وہ اصول دریافت کریں جن سے اس باب کے فروعات متفرع ہیں تا کہ ابواب فقہیہ کے فرعی مسائل کو منضبط کیا جا سکے۔

ابن السبکیؒ، ابن نجیمؒ اور سیوطیؒ میں سے ہر ایک نے اپنی کتابوں میں اس نوع کے قواعد کے لئے مکمل ابواب خاص کئے ہیں، ان کے علاوہ قرافی، زرکشی اور ابن رجب وغیرہ کی کتابوں میں اس نوع کے قواعد دوسرے قواعد سے مل کر منتشر طریقے پر آئے ہیں۔

ان کی ذکر کردہ اس نوع کی مثالوں کا ہم ذیل میں جائزہ لیں گے۔

(الف) اس نوع کے تحت بہت سے وہ قواعد آتے ہیں جنہیں قرفی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی کتاب ''الفروق'' میں ذکر کیا ہے مثلاً ضمان کے باب میں:

جن چیزوں کو اللہ نے بندوں کا حق قرار دے کر بندوں کے لئے انہیں جائز قرار دیا ہے

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

انہیں مالک بنایا ہے اور بندوں پر نوازش کی ہے، ایسی چیزوں میں نقل ملکیت بندوں کی رضا کے بغیر درست نہیں، اسی طرح ان سے ابراء (بری کر دینا) اسی وقت درست ہوگا جب وہ ساقط کر دیں، یہی وجہ ہے کہ ان چیزوں کو تلف کر دینے میں لازم ہونے والا ضمان ساقط نہیں ہوتا الا یہ کہ مالکوں نے اس کو تلف کرنے کی اجازت دی ہو، یا بطور امانت ہونے کی صورت میں مالک نے اسے استعمال کی اجازت دے رکھی ہو، اور جو چیزیں خالص حق اللہ کے دائرے میں ہیں۔ بندے ان کو ساقط کرنے یا ان سے بری قرار دینے پر قادر نہیں ہوں گے، بلکہ اس کا حق صرف شارع کو ہوگا۔ (فائدہ ۳۲)

بیع کے باب میں:

مندرجہ ذیل پانچ شرطیں جن کے اندر پائی جا رہی ہوں گی ان کی بیع تو درست ہے لیکن ان میں سے ایک بھی شرط جن میں مفقود ہو ان کی بیع درست نہیں۔ (۱) اس چیز کا پاک ہونا، (۲) اس کا نافع ہونا، (۳) اس کی حوالگی پر قادر ہونا، (۴) عاقدین کے لئے اس کا معلوم ہونا، (۵) عاقد (عقد کرنے والے) اور معقود لہ (جس کے ساتھ عقد کیا جا رہا ہے) یا ان دونوں کے نائب کی ملکیت میں ثمن اور مبیع ہو۔ (فائدہ ۱۸۵)

(ب) ابن السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے اس نوع کے قواعد کے لئے اپنی کتاب ”القواعد والاشباہ والنظائر“ کی تیسری قسم کو خاص کیا ہے اور اس کا عنوان قائم کیا ہے۔ ”قواعد خاصہ کی بحث“ قاری کی سہولت کے لئے فقہ کی رباعی تقسیم، عبادات، خرید و فروخت کے مسائل، نکاح کے مسائل اور عقوبات کے ضمن میں ان قواعد کو ابواب پر مرتب کیا ہے، اس رباعی تقسیم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے ان چاروں اقسام میں سے ہر قسم کے مخصوص قواعد کا استخراج اس طریقہ پر کیا ہے جسے ہم نے گزشتہ قسم میں بیان کیا ہے۔ ایسا بہت شاذ و نادر ہوا ہے مثلاً یہ قاعدہ کہ اس فضیلت کی پابندی و نگہداشت جو اصل عبادت سے متعلق ہے اس فضیلت کی نگہداشت سے بہتر ہے جس کا تعلق مکانِ عبادت سے ہے، لیکن ایسے قواعد بہت نادر ہیں اس قسم میں ذکر کردہ قواعد کی اکثریت فقہ کے ابواب طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔

دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو اس میں بہت سے ایسے جزئی مسائل بھی ملتے ہیں جنہیں انہوں نے قواعد کی حیثیت سے پیش کیا ہے حالانکہ وہ کسی ایک جزئیہ کے ساتھ خاص رہنے

والا محض فرعی حکم ہے، مثلاً درج ذیل قواعد:

(۱) تکرہ الصلاۃ في قارعة الطريق الا في البراری: بیچ راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اس حکم میں صحرا، مستثنیٰ ہیں۔

(۲) صلاۃ الرجل في ثوب الحرير محرمة: ریشمی کپڑے میں مرد کا نماز پڑھنا حرام ہے۔

(۳) اذا سها الامام في صلاته لحق سهوه الماموم: جب امام کو نماز میں سہو ہو جائے تو اس سہو کے حکم میں مقتدی بھی آ جائیں گے۔

ذیل میں ابن السبکی کے ذکر کردہ قواعد بیان کئے جاتے ہیں، البتہ اختلافات، استدلال، استثناءات اور تفریعات وغیرہ سے گریز کیا جائے گا۔

۱۔ ہر وہ مالی حق جو اس مخصوص دو اسباب کی بنا پر واجب ہوا ہو، کسی ایک سبب کے وجود کے بعد اس مالی حق کی ادائیگی درست ہے۔

۲۔ مال کے تبادلہ سے زکوٰۃ کا سال از سر نو شمار کیا جائے گا، چار امور اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ کسی ایک ہی چیز میں دو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی سوائے تین مسائل کے......

۴۔ زکوٰۃ کے اندر حول (سال کی مدت) کا اعتبار ہوگا چند مسائل اس سے خارج ہیں۔

۵۔ ہر وہ شخص جس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا اس پر ان افراد کا بھی صدقۂ فطر واجب ہوگا جن کا نفقہ ان کے ذمہ لازم ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ افراد مسلمان ہوں اور وہ شخص ان کی طرف سے ادا کر سکتا ہو، سوائے چند مسائل کے......

۶۔ جس شخص کا نفقہ کسی دوسرے پر لازم ہو تو اسی دوسرے پر اس کا صدقۂ فطر بھی لازم ہوگا اور جس کے ذمہ دوسرے کا نفقہ نہیں اس کے ذمہ اس کا صدقۂ فطر بھی واجب نہیں۔

۷۔ صرف چار مسائل میں زکوٰۃ کے اندر قیمت وصول کی جا سکتی ہے......

(ج) اسی طرح ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ) نے اپنی کتاب "القواعد" میں باب ضمان سے متعلق جو قواعد ذکر کئے ہیں ان کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ جس شخص نے کوئی چیز اپنے کو اذیت سے بچانے کے لئے تلف کر دی وہ شخص اس چیز کا ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس کے ذریعہ اذیت دفع کرنے کے لئے اسے تلف کر دیا تو ضامن ہوگا۔ (قاعدہ ۲۶)

۲۔ کسی شخص نے کوئی جان ہلاک کر دی یا کسی عبادت کو فاسد کر دیا کسی ایسے نفع کی وجہ سے جو اس کی ذات کو پہنچتا ہو اس پر ضمان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس کا نفع کسی دوسرے کو پہنچتا ہو تو اس پر ضمان ہوگا۔ (قاعدہ ۲۷)

۳۔ اگر کسی کا ہلاک ہو جانا دو ایسے فعلوں کے نتیجہ میں ہوا ہو کہ ان میں سے ایک کی اجازت رہی ہو لیکن دوسرے فعل کی اجازت نہ رہی ہو تو صحیح قول کے اعتبار سے ضمان واجب ہوگا، اگر ان دونوں فعلوں کی اجازت نہ رہی ہو تو ضمان ان دونوں پر نصف نصف ہوگا حتیٰ کہ اگر ان دونوں میں سے ایک فعل کا کرنے والا ایسا ہو کہ اس پر ضمان واجب ہی نہیں ہوتا تو بھی دوسرے پر نصف سے زیادہ ضمان واجب نہیں ہوگا۔ (قاعدہ ۲۸)

۴۔ ہر ایسا عقد جو صحیح ہونے کی صورت میں قابل ضمان ہوتا ہو فاسد ہونے کی صورت میں بھی اس میں ضمان ہوگا، اس کے برعکس ہر وہ عقد جس کے صحیح ہونے میں ضمان واجب نہیں ہوتا اس کے فاسد ہونے میں بھی ضمان واجب نہیں ہوگا۔ (قاعدہ ۴۷)

۵۔ خالص اموال منقولہ کا ضمان عقد اور قبضہ سے ثابت ہوتا ہے جہاں تک غیر منقول مال کا تعلق ہے اس کے بارے میں بھی ہمارے فقہاء کے یہاں یہی مشہور ہے کہ عقد اور قبضہ سے اس کا ضمان بھی ہوتا ہے جس طرح تملیکات کے عقود میں بالاتفاق ضمان ہوتا ہے۔ (قاعدہ ۹۱)

۶۔ وہ چیز جس کے ساتھ اللہ کا حق یا کسی آدمی کا حق متعلق ہو وہ یا تو قابل ضمان ہوگی یا نہیں، اگر وہ قابل ضمان ہو تو اس کا ضمان بہر صورت واجب ہوگا خواہ وہ خود تلف ہوا ہو یا اسے کسی نے تلف کر دیا ہو، لیکن اگر قابل ضمان نہ ہو تو خود ہلاک ہو جانے کی صورت میں اس کا ضمان واجب نہ ہوگا، لیکن ہلاک کرنے کی صورت میں ضمان واجب ہوگا بشرطیکہ اس پر کسی کا استحقاق ہو اور وہ موجود ہو ورنہ تو ضمان نہیں ہوگا۔ (قاعدہ ۱۳۸)

۷۔ ایک ایسی چیز جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہو کسی ایسے شخص نے ہلاک کر دی جس پر اس کی حفاظت اور وصولیابی کی ذمہ داری ایک متعین وقت تک ہو تو صحیح قول کے اعتبار سے وہ شخص اس کی قیمت یا صفات میں اس کے مثل کا ضامن اسی متعین وقت کے اعتبار سے ہوگا، جس دن ہلاکت پائی گئی اس دن کے اعتبار سے نہیں۔ (قاعدہ ۱۴۱)

(د) سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اس نوع کے قواعد جنہیں وہ کبھی کبھی "ضوابط" کا نام دیتے ہیں،

اپنی تصنیف ''الاشباہ والنظائر'' کی پانچویں کتاب میں ذکر کئے ہیں اور اس کا عنوان ''ابواب کے نظائر'' قائم کیا ہے۔ پھر اسے فقہی ابواب میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ ہر باب کے تحت اس کی تقسیمات، فروعات اور قواعد وضوابط بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ضابطہ اور قاعدہ کے مابین فرق معلوم نہیں ہوتا، قواعد اور ضوابط دونوں کے تتبع سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ضوابط کے اندر بکھرے ہوئے فروعی مسائل کو ایسے قاعدہ کے تحت جمع کر دیا جاتا ہے جو قاعدہ ان مسائل کے بیشتر حصہ کو شامل ہو اور اس کی استثنائی صورتوں کو بھی بیان کرے لیکن قواعد وضوابط کے فرق کا یہ معیار بھی ہمیں ہر جگہ برقرار نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ بعض ضوابط ایسے آتے ہیں جن میں استثناء ات نہیں ہیں، اسی طرح بعض قواعد کے اندر بھی استثناء ات ذکر کئے گئے ہیں اور ان دونوں کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

۲۔ سیوطیؒ نے اس کتاب میں جو تقسیمات اور انواع ذکر کئے ہیں وہ بہت زیادہ بھی ہیں اور بہت مفید بھی، اس باب کی تیسری فصل میں ان کا تحلیلی جائزہ لیا جائے گا، ان تقسیمات کا اعتبار قواعد کے باب میں نہیں کیا جاتا، ابن السبکی نے اپنی کتاب میں اسی جانب متنبہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''بعض لوگ قواعد کے اندر ایسی تقسیمات داخل کر دیتے ہیں جو فروعات سے تعلق رکھتی ہیں، ہمارے علماء ان کو ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان کا تعلق قواعد سے نہیں ہوتا۔''

۳۔ سیوطی کی اس نوع کی مثال ضمان کے باب سے ہم ذکر کرتے ہیں۔ ضمان کا باب(۱)

قاعدہ: جن چیزوں کے سلسلہ میں رہن رکھنا صحیح ہو ان کا ضامن ہونا بھی درست ہوتا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں رہن رکھنا صحیح نہ ہو ان کا ضامن ہونا بھی صحیح نہیں ہوتا۔

ضابطہ: کسی متعین چیز کے بارے میں کئے جانے والے عقد کے سلسلہ میں ہمارے نزدیک کسی ایسے دین کا ضمان نہیں ہے جو کسی اور جانب متعدی نہ ہوتا ہو سوائے اس کے کہ کسی انسان نے دوسرے کو کوئی چیز بطور عاریت رہن رکھنے کے لئے دی ہو۔

قاعدہ: جو شخص مدیون کی اجازت سے ضامن بنا ہو وہ دین ادا کرنے کی صورت میں مدیون سے

مطالبہ کرے گا اگرچہ اس نے دین کی ادائیگی مدیون کی اجازت کے بغیر کی ہو اور جو شخص مدیون کی اجازت کے بغیر ضامن بنا ہو وہ مدیون سے دین کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگرچہ اس نے مدیون کی اجازت سے دین کی ادائیگی کی ہو، اس قاعدہ کے پہلے جزو سے چند صورتیں مستثنٰی ہیں۔

ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ضمان بالاذن بینہ سے ثابت ہوا ہو، جبکہ وہ ضامن شخص ضمان سے انکار کر رہا تھا، ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے زید پر اور کسی غائب شخص پر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کیا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کا ضمان قبول کیا تھا، زید نے اس شخص کے دعویٰ سے انکار کیا تو مدعی نے اس بارہ میں بینہ پیش کر کے زید سے ایک ہزار وصول کر لیا، اس صورت میں زید اس غائب شخص سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اپنے زعم کے اعتبار سے مظلوم ہے لہٰذا وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے علاوہ کسی اور سے مطالبہ کا حق دار نہیں۔

(ھ) ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) نے اپنی کتاب "الاشباہ والنظائر" کے دوسرے فن کو ان قواعد کے لئے خاص کیا ہے انہیں قواعد کا نام دیا ہے اور ان کی تشریح اس طرح کی ہے کہ یہ ضوابط اس کے استثناءات اور اس کے متعلقات ہیں۔ یہ قسم درس و تدریس اور قضاء و افتاء کا کام کرنے والوں کے لئے سب سے مفید ہے۔ ابن نجیم نے اس قسم کے قواعد کو اعداد کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، اس طرح پانچ سو قواعد ہو گئے ہیں، انہیں ابواب پر مرتب نہیں کیا تھا پھر خیال ہوا کہ مشہور کتب فقہیہ کی طرح ابواب پر مرتب کر دیا جائے تا کہ ان کی طرف مراجعت آسان ہو اس کے ساتھ انہوں نے مزید افادیت کے لئے بعض ضوابط کا اضافہ بھی کیا جو ابتداء میں نہیں تھے، درحقیقت یہ قواعد و ضوابط اور مستثنیات ہیں۔

۱۔ ضابطہ اور قاعدہ کے فرق کو اس طرح بیان کیا ہے: قاعدہ مختلف ابواب کے فروعات کو جمع کرتا ہے اور ضابطہ ایک ہی باب کے فروعات کو جمع کرتا ہے یہی صحیح فرق ہے۔

۲۔ ابن نجیم نے جو ضوابط ذکر کئے ہیں ان کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انمیں سے بیشتر ضوابط محض فرعی جزئیات کے احکام ہیں اگرچہ انہیں قواعد کی شکل میں ڈھالا گیا ہے، بہت ہی کم اور نادر ایسے ہیں جو قاعدہ ہیں یا ایسا ضابطہ جو ایک ہی حکم کے متعدد فروعات کو جمع کرتا ہو۔

۳۔ ہم ابن نجیم کی کتاب سے اس نوع کی دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں سے ایک مثال باب الشرکۃ کی ہے اور دوسری مثال باب المضاربۃ کی ہے:

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

شرکت:(۱)

پیسوں کے ذریعہ شرکت کے جواز پر فتویٰ ہے۔

چاندی اسی جگہ درست ہوگی جہاں سکوں کی جگہ اسے استعمال کیا جا سکے، ایسے شخص کے ساتھ شرکت مفاوضہ کرنا جائز ہے جس کی شہادت پہلے والے شخص کے حق میں قابل قبول نہیں ہوگی قرأ، واعظین، دلالوں اور تعویذ گنڈہ کرنے والوں کا عقد شرکت کرنا جائز نہیں، اسی طرح عدالتوں میں گواہی دینے والوں کا شرکت کرنا درست نہیں۔

اگر دونوں شریکوں نے عامل (کام کرنے والا) کے لئے اس کے سرمایہ سے زیادہ تناسب سے نفع کی شرط لگائی تو یہ شرط صحیح ہوگی، اور جس شریک نے اپنا مال دوسرے کے حوالہ کیا ہے اس کا مال دوسرے شریک کے پاس جو تجارت کرے گا بطور مضاربت ہوگا، اور اگر اس شریک کیلئے جو تجارت نہیں کرے گا بلکہ دوسرے شریک کو مال حوالہ کردے گا اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع کی شرط لگائی گئی تو یہ شرط صحیح نہیں ہوگی، اور دینے والے کا مال عامل کے پاس بطور بضاعت کے ہوگا (سراجیہ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے) اگر دونوں شریکوں میں سے ایک نے محنت کی اور دوسرے شریک نے (عذر کی بنیاد پر یا بلا عذر کے) بالکل کام نہیں کیا تو بھی نفع دونوں کے درمیان طے شدہ شرح کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اسکے برخلاف اگر تین شخصوں نے عقد شرکت کئے بغیر کوئی کام لیا اور ان میں سے ایک ہی نے وہ کام کیا تو کام کرنے والے کو تہائی اجرت مل جائیگی باقی دو آدمیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

اگر دو شخصوں نے اسطرح عقد کیا کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج میں جو کچھ تجارتی مال خریدوں وہ ہمارے اور آپ کے درمیان مشترک ہو جائے دوسرے شخص نے اس سے اتفاق کیا تو یہ عقد شرکت جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی دوسرے نے اس سے کہا کہ مجھے اس مال میں شریک کرلو خریدنے والے نے جواب میں کہا کہ میں نے آپ کو اس مال میں شریک کرلیا تو یہ شرکت بھی جائز ہے الا یہ کہ خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ معاملہ ہوا ہو۔

شریکین میں سے ایک نے اگر دوسرے شریک کو مال باہر لے جانے یا ادھار بیچنے سے روکا ہو تو یہ روکنا جائز ہے۔

شریکین میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کی اجازت کے بغیر شرکت کا مال لے کر سفر

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کرنا جائز نہیں۔ اگر ایک شریک نے سفر کیا اور مال ہلاک ہو گیا، تو اس مال کا ضامن نہیں ہوگا جس میں بار برداری کا خرچ نہیں پڑتا اور نفع ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

رب المال اور مضارب میں اس بات میں اختلاف ہوا کہ رب المال نے بلا کسی قید کے مضاربت کا معاملہ طے کیا تھا یا کچھ پابندیاں لگائی تھیں۔ تو مضارب کی بات کا اعتبار ہوگا اور وکالت میں مؤکل کی بات کا اعتبار ہوگا اور اگر غلام کے قرض خواہوں کے ساتھ مولیٰ کا اختلاف ہوا ہو تو قرض خواہوں کی بات کا اعتبار ہوگا۔

مضاربت: (۱)

اگر مضاربت فاسد ہو جائے اور مضارب نے کام کیا ہو تو اسے اجرت تو نصف ملے گی لیکن وصی (یتیم کے مال کا نگراں) نے اگر یتیم کا مال فاسد مضاربت کے طریقہ پر لیا ہو اور کام کیا ہو تو اسے اجرت نہیں ملے گی۔ (احکام الصغار میں یہی مسئلہ لکھا ہوا ہے)۔

مضارب نے اگر مضاربت کے فاسد ہونے کا دعویٰ کیا تو رب المال کی بات مانی جائے گی اور اگر رب المال نے مضاربت فاسد ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو مضارب کی بات مانی جائے گی غرضیکہ جو فریق مضاربت کی صحت کا مدعی ہے اس کی بات معتبر ہوگی الا یہ کہ رب المال نے کہا ہو کہ میں نے تمہارے لئے تہائی نفع اور دس درہم زائد کی شرط لگائی تھی اور مضارب نے کہا کہ صرف تہائی نفع کی بات طے ہوئی تھی تو اس صورت میں مضارب کی بات کا اعتبار ہوگا (الذخیرۃ کی کتاب البیوع میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے)۔

مضارب کی خریداری کا اختیار ہے لیکن شفعہ کے ذریعہ لینے کا اختیار نہیں ہے الا یہ کہ رب المال نے اس کی صراحت کر دی ہو۔ (فتاویٰ بزازیہ میں یہی لکھا ہوا ہے) مضارب کو ادھار بیع کا بھی اختیار ہے مگر اتنی لمبی مدت کے لئے ادھار بیچنا جائز نہیں جتنی مدت کے لئے عموماً تجار ادھار نہیں بیچتے مضارب کو بیع فاسد کا اختیار ہے بیع باطل کا نہیں۔

رب المال نے مضارب کے لئے جو دائرہ متعین کیا تھا اس سے تجاوز کرنا مضارب کے لئے جائز نہیں لیکن اگر رب المال نے کسی خاص بازار میں خرید و فروخت کی شرط لگا دی ہو، تو مضارب کے لئے اس کی پابندی لازم نہیں۔ اگر یہ پابندی لگائی ہو کہ اس شہر میں تجارت کریں گے تو یہ پابندی درست ہے لیکن یہ پابندی درست نہیں کہ فلاں شہر والوں کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

مثلاً اہل کوفہ کے ساتھ اہل بصرہ کے ساتھ، ہاں اگر کچھ متعین لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے سے رب المال نے روکا ہو تو اس کی پابندی مضارب کے لئے ضروری ہے۔

مضاربت کے لئے کوئی مدت معین کرنا درست ہے اور مدت طے ہونے کی صورت میں اس مدت کے پورا ہوتے ہی مضاربت باطل ہو جائے گی۔ خواہ مضارب نے کوئی تصرف کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (ہدایہ میں یہی مسئلہ لکھا ہوا ہے)۔

رب المال کا مضاربت سے روکنا صحیح ہوگا لیکن اگر مضاربت کا مال سامانوں کی صورت میں ہے تو مضارب کو رب المال کے منع کرنے کے بعد بھی اسے فروخت کر کے نقدی کی شکل میں کر لینا جائز ہے۔

اگر مضارب نے رب المال کو مضاربت طے کرتے وقت تجارت کی پوری آزادی دی اس کے بعد کسی مرحلہ میں رب المال نے اسے یہ کہہ کر پابند کرنا چاہا کہ اپنی رائے پر عمل نہ کرو بلکہ میرے مشورہ سے کرو تو رب المال کی طرف سے ممانعت صحیح ہوگی لیکن مضارب کے عمل کرنے کے بعد اگر رب المال ممانعت کرتا ہے تو زمانہ ماضی میں کئے ہوئے مضارب کے تصرفات متاثر نہیں ہوں گے۔

رب المال نے پہلے مضارب کو آزادی دی تھی پھر اسے سفر سے منع کر دیا تو اس کی ممانعت معتبر ہوگی لیکن اگر مضارب خریداری کر چکا ہو تو رب المال کی اس ممانعت کا اثر زمانہ ماضی کے عقود و تصرفات پر نہیں پڑے گا۔

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدث شریف)

(Moulana Asgar Zaidie, Benoni . R.S.A.)

☆ قال الشافعی رحمه الله تعالی : الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفه فی الفقه ☆